# دور جاہلیت کے چند زرعی معاملات کا اسلامی تعلیمات کی رو سے تحقیقی جائزہ

# *Some agricultural contracts in the time of ignorance: A research review in Islamic perspective*

ڈاکٹر اظاہر خان[i] عادل خان[ii]


## *Abstract*

*The agriculture has been a profession from the pre historic period. The man has been needy to adopt this profession for the protection of his survival. Before the emergence of Islam the people of ignorance age used to practice many contracts in the field of agriculture. Some forms of these contracts were lawful, while the rest were unlawful.*

*In this article we have tried to mention the various types of contracts practiced in the days of ignorance, moreover a critical review has also been mentioned.*


***Key words***: *agriculture, Contract ,Lawful, Ignorance*

معیشت انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے۔ انسان کی اسی ضرورت کو پوری کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے زمین میں اگانے کی صلاحیت ودیعت کر دی اور بطور احسان فرمایا:

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ[1]

"اور ہم ہی نے زمین میں تمہارا ٹھکانہ بنایا اور اس میں تمہارے لیے اسباب معیشت پیدا کیے مگر تم کم ہی شکر کرتے ہو۔"

دوسری جگہ فرمایا:

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ[2]

"اور ہم نے تمہارے لیے اور ان لوگوں کے لیے جن کو تم روزی نہیں دیتے اس میں معاش کے سامان پیدا کیے۔"


i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبد الولی خان یونیورسٹی، مردان

ii لیکچرر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبد الولی خان یونیورسٹی، مردان

زراعت اسباب معیشت میں سے وہ پہلا سبب ہے جس سے انسان روز اول سے وابستہ ہے اور آج کل کی صنعتی دور میں بھی اس سے مستغنی نہیں ہے۔ زراعت کی اسی اہمیت کے پیش نظر ادیان سابقہ میں زراعت پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی کیونکہ یہ انسان کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اولین ترجیحات میں شامل ہے۔

اسلام دین فطرت ہے۔ اس وجہ سے اسلام میں بھی زراعت اور کھیتی کی اجازت دی دے گئی لیکن چونکہ عرب جاہلیت کی تاریکی دور سے گزر رہے تھے جس کی وجہ سے بعثت کے وقت زراعت کی بعض شکلیں آپس میں بگاڑ و فساد کی باعث بن رہی تھیں تو بعض اسلام کے اصول مسلمہ سے منحرف تھیں، اس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے زراعت کی بعض شکلوں سے مکمل ممانعت فرمائی اور بعض میں ضروری اصلاحات فرما کر ان کو جائز رکھا۔ اس طریقہ سے آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے ایسے اصول چھوڑ دیے جس سے آئندہ دور میں بھی کسی معاملہ کے شرعی حکم معلوم کرنے میں فائدہ اٹھایا جا سکے۔

اس مقالہ میں دور جاہلیت میں مروج زراعت سے بالواسطہ یا بلا واسطہ تعلق رکھنے والے محاقلہ، مزارعت اور مساقاۃ جیسے اہم معاملات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ معاملات دور جدید میں بھی مختلف ناموں سے متعارف ہیں اور لوگ ان کی جواز و عدم جواز کی صورتوں سے ناواقف ہیں لہذا ان کی اہمیت کے پیش نظر احادیث نبوی اور فقہاء کی آراء کی روشنی میں ان کی شرعی حیثیت واضح کر دی گئی ہے تاکہ ان کی جائز صورتوں کو اختیار کرنے اور ناجائز صورتوں سے بچنے میں آسانی پیدا ہو سکے۔

## محاقلہ

### لغوی معنی

محاقلہ لفظ "حقل" سے ماخوذ ہے جس سے مراد وہ زرخیز زمین ہے جس میں کاشت کی جائے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد وہ زمین ہے جس میں کبھی کاشت نہ ہوئی ہو۔ لغت عربی میں حقل سرسبز فصل کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے[3]۔

**اصطلاحی تعریف**

بیع محاقلہ کی اصطلاحی تعریف مختلف منقول ہوئی ہے، چنانچہ امام ترمذیؒ[4] فرماتے ہیں:

"محاقلہ یہ ہے کہ کھیتی کے بدلے میں غلہ کا معاملہ کیا جائے[5]، جس کا مقصد یہ ہے کہ زمین میں کسی کی کاشت و محنت کے بدلے اسے زمین کی پیداوار سے کچھ حصہ مقرر کیا جائے۔"

حافظ ابن حجرؒ [6] نے محاقلہ کی تعریف قدرے تفصیل سے بیان کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"محاقلہ حقل سے ماخوذ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کٹے ہوئے غلہ کے بدلے کھیت میں لگے ہوئے غلہ کو فروخت کر دیا جائے، بعض کہتے ہیں کہ فصل کو پکنے سے پہلے فروخت کر دینے کو محاقلہ کہتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ میوہ کو قابل استعمال ہونے سے پہلے فروخت کر دینے کو محاقلہ کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ درخت میں لٹکے ہوئے کھجور کے بدلے کٹے ہوئے کھجور کو فروخت کر دینا محاقلہ ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ گندم یا خوراک کی کسی معین مقدار کے بدلے زمین کو کرایہ پر دینا محاقلہ ہے۔"

مذکورہ تعریفات ذکر کرنے کے بعد اپنی نظر میں راجح تعریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والمشهور أن المحاقلة كراء الأرض ببعض ما تنبت[7]

"مشہور یہ ہے کہ پیداوار کے کچھ حصہ کے بدلے زمین کرایہ پر دینا محاقلہ ہے۔"

فقہاء میں سے ائمہ ثلاثہ اور حنابلہ کے درمیان محاقلہ کی تعریف میں معمولی سا اختلاف پایا جاتا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک محاقلہ کی تعریف یہ ہے:

والمحاقلةُ بيعُ الحنطةِ فی سُنبلها بحنطةٍمثل كيلها خرصا

"کھیت میں لگے ہوئے غلہ کو اسی جنس کے کٹے ہوئے غلہ سے اٹکل میں فروخت کر دینا محاقلہ ہے۔"

حنابلہ نے محاقلہ کی تعریف میں تھوڑی سی عمومیت اختیار کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے:

هی بيع الحب فی سنبله بجنسه[8]

"یعنی خوشہ میں لگے غلہ کو اسی جنس کے غلہ کے بدلے فروخت کر دینا محاقلہ ہے۔"

تعریف سے ظاہر ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کھیت میں لگے غلہ کے مقابلہ میں کٹے ہوئے غلہ کو فروخت کردینا محاقلہ ہے جب کہ حنابلہ بلا کسی قید کے خوشہ میں لگے غلہ کو اپنی جنس کے بدلے فروخت کردینے کو محاقلہ کہتے ہیں چاہے خوشہ میں لگا ہوا غلہ ہو یا کٹا ہوا۔

## محاقلہ کا حکم

محاقلہ کے عدم جواز پر تمام ائمہ متفق ہیں چنانچہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک محاقلہ باطل جب کہ احناف کے نزدیک فاسد ہے، کیونکہ سیدنا جابرؓ[9] فرماتے ہیں:

نهى رسولُ الله عن المزابنةِ والمحاقلةِ[10]

"یعنی رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔"

محاقلہ کے عدم جواز کی عقلی وجہ یہ ہے کہ یہ غلہ کی اپنی جنس کے بدلے میں اٹکل سے فروخت کردینا ہے جس میں ربا کا شبہ موجود ہے[11]، کیونکہ اس میں کمی یا زیادتی کا احتمال موجود ہوتا ہے۔

## تنبیہ

امام موصلیؒ[12] فرماتے ہیں:

"محاقلہ امام ابو یوسفؒ[13] اور امام محمدؒ[14] کے نزدیک جائز ہے، لیکن اس سے دھوکہ میں نہیں پڑنا چاہیے کیونکہ امام موصلیؒ کے نزدیک محاقلہ اور مزارعت میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ دونوں ایک ہیں۔ یہ بات ان کی بیان کردہ تعریف سے ظاہر ہوتی ہے۔ انہوں نے محاقلہ کی تعریف یہ کی ہے: پیداوار کے کچھ حصہ کے بدلے کھیتی کرنے کو محاقلہ کہتے ہیں[15]۔"

یہ وہی تعریف ہے جو فقہاء احناف نے مزارعت کی بیان کی ہے، جو کہ اس طرح ہے:

عقد على الزراعة ببعضِ الخارج[16]

"پیداوار کے کچھ حصہ کے بدلے کاشت اور زراعت کے معاملے کو مزارعت کہتے ہیں۔"

امام موصلیؒ نے محاقلہ کے جواز کے لیے وہی دلائل پیش کیے ہیں جو فقہاء نے جواز مزارعت کے لیے پیش کیے ہیں چنانچہ فرمایا ہے:

"محاقلہ اس لیے جائز ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل خیبر سے کھجور اور غلہ کی آدھی پیداوار کے بدلے زرعی معاملہ کیا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو ایسے معاملے کی ضرورت

ہے کیونکہ بعض زمیندار خود کاشت نہیں کر سکتے جب کہ اس کے مقابلے میں بعض مزدور زمین کے مالک نہیں ہوتے لہذا مضاربت کی طرح لوگوں کی ضرورت کو پوری کرنے کے لیے اس کا جواز لازمی ہے[17]۔"

یہ وہی دلائل ہیں جو فقہاء نے مزارعت کے جواز کے لیے پیش کیے ہیں[18]۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جمہور فقہاء کے نزدیک محاقلہ اور مزارعت دو الگ معاملے ہیں۔ محاقلہ کے عدم جواز پر تمام ائمہ متفق ہیں جب کہ مزارعت کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہے۔ چونکہ امام موصلیؒ کے نزدیک محاقلہ اور مزارعت ایک ہی معاملہ کے دو نام ہیں لہٰذا انہوں نے صاحبین سے اس کا جواز نقل کیا ہے۔

## مزارعت

### لغوی معنی

مزارعت لفظ "زرع" سے ماخوذ ہے۔ لغوی معنی کھیتی کرنے کے ہیں۔ اسے مخابرہ بھی کہا جاتا ہے جو کہ لفظ "خبار: نرم زمین" سے مشتق ہے۔ اہل عراق اسے "قراح: وہ خالی زمین جس پر کسی آب و دانے کا وجود نہ ہو[19]" کہتے ہیں۔

### اصطلاحی تعریف

شرعی اعتبار سے اس کی تعریف فقہاء احناف نے یہ بیان کی ہے:

عقد علی الزراعة ببعضِ الخارج[20]

"پیداوار کے کچھ حصہ کے بدلے کھیتی کے معاملے کو مزارعت کہتے ہیں۔"

### فقہاء موالک کے نزدیک

زرعی پیداوار میں شرکت کا معاملہ مزارعت ہے۔

### حنابلہ کے نزدیک

زمین کسی کو کھیتی اور کاشت کے لیے بٹائی پر دینا مزارعت ہے۔

شوافع نے مخابرہ اور مزارعت میں فرق بیان کیا ہے، چنانچہ ان کے نزدیک پیداوار کے کچھ حصہ کے بدلے زمین کھیتی کے لیے دینا مزارعت ہے اگر تخم مالک کی طرف سے ہو اور مخابرہ ہے اگر تخم بٹائی دار کی طرف سے ہو[21]۔

## مزارعت کا حکم

جمہور فقہاء احناف[22]، موالک[23] اور حنابلہ[24] مزارعت کے جواز کے قائل ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ[25] مطلقا مزارعت کے جواز کے قائل نہیں ہیں جب کہ امام شافعیؒ[26] درخت کے بغیر صرف کھیت میں بٹائی کے قائل نہیں ہیں البتہ اگر درخت میں بٹائی کا معاملہ کیا جائے اور اس کے ضمن میں مزارعت کا معاملہ بھی طے کیا جائے تو مساقاۃ کے ضمن میں مزارعت جائز ہو جائے گی۔

مزارعت کے عدم جواز کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ کی نقلی دلیل صحیح مسلم کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مخابرہ یعنی مزارعت سے منع فرمایا ہے[27]، جب کہ عقلی دلیل یہ ہے کہ مزارعت اپنی محنت سے وجود میں آنی والی پیداوار پر مزدوری ہے جو کہ قفیز الطحان سے مشابہ ہے جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح اس میں مزدوری مجہول یا معدوم ہے[28] کیونکہ اس میں پیداوار کے کم، زیادہ، ہونے اور نہ ہونے کی تمام صورتوں کا احتمال موجود ہے۔

جمہور فقہاء کے لیے مزارعت کے جواز کی نقلی دلیل نبی کریم ﷺ کا اہل خیبر کے ساتھ مزارعت کا معاملہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے ان کی زمینیں اس شرط پر واپس کر دی تھیں کہ ان کی آدھی پیداوار مسلمانوں کی ہو گی[29]۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالاجماع مزارعت کے جواز پر قولا و عملا متفق تھے[30]، جب کہ عقلی دلیل یہ ہے کہ جس طرح مضاربت میں ایک طرف سے مال اور دوسری طرف سے محنت ہوتی ہے بالکل اسی طرح مزارعت میں ایک طرف سے زمین اور دوسری طرف سے محنت ہوتی ہے، کیونکہ کئی مالک زمین کھیتی نہیں کر سکتے جب کہ کئی باصلاحیت مزدور زمین کے مالک نہیں ہوتے لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ دونوں قسم کے افراد کی ضرورت کو پوری کرنے کے لیے مزارعت کے جواز کا فتوی دے دیا جائے[31]۔

مزارعت کی ضرورت اور تعامل امت کے پیش نظر فقہاء احناف کے نزدیک فتوی صاحبین کے قول پر ہے[32]۔ اسی طرح اکثر فقہاء شوافع بھی مساقاۃ کے بغیر مستقل طور پر مزارعت

کے جواز کے قائل ہیں[33]، البتہ مزارعت میں کچھ شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

## مساقاۃ

### لغوی معنی

مساقاۃ "سقی" سے ماخوذ ہے جس کے معنی سیراب کرنے کے ہیں۔ لغوی اعتبار سے اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی آدمی کو کھجور یا انگور کے درخت کا خیال رکھنے کے لیے اس سے حاصل شدہ میوے کے بدلے رکھا جائے[34]۔ چونکہ اس معاملہ میں عامل ومزدور کے ذمہ درخت کے سیراب کرنے کی ذمہ داری بھی آتی ہے اس وجہ سے اسے مساقاۃ کہتے ہیں۔ مساقاۃ اہل عراق کے نزدیک "معاملہ" سے موسوم ہے[35]۔

### اصطلاحی تعریف

امام جرجانیؒ[36] فرماتے ہیں:

المساقاةُ دفعُ الشَّجر اِلی مَن یُصلحه بجزءٍ مِّن ثمره[37]

"باغ یا درخت کو اس سے حاصل شدہ میوے کے بدلے ایسے شخص کو دینا جو درخت کی حفاظت اور اصلاح کا خیال رکھے۔"

محمد علی تھانویؒ[38] فرماتے ہیں:

"شرعاً مساقاۃ صرف کھجور یا انگور کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اس میں ہر قسم کے درخت، نباتات اور سبزیاں شامل ہیں۔ اسی فرماتے ہیں کہ اس معاملے میں بٹائی دار کے ذمے درخت کی سینچائی، پانی کا انتظام اور پھل کی حفاظت کی ذمہ داری شامل ہے[39]۔"

### مساقاۃ کا حکم

مساقاۃ کے جواز وعدم جواز کا معاملہ بھی مزارعت کی طرح ہے۔ جمہور ائمہؒ مساقاۃ کے جواز جب کہ امام ابو حنیفہؒ عدم جواز کے قائل ہیں لیکن فتوی صاحبین کے قول پر ہے، کیونکہ مزارعت کی طرح لوگوں کو اس کی بھی ضرورت ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ، خلفاء راشدین اور اہل مدینہ کا تعامل اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع اس کے جواز پر منقول ہے[40]۔

### اکراء ارض یا اجارہ

### لغوی معنی

اکراء یا کراء ارض کے معنی زمین کرایہ پر دینے کے ہیں۔ یہ اجارہ کی ایک صورت کا نام ہے[41]۔ اجارہ اجر سے ماخوذ ہے جس کے معنی بدلہ یا معاوضہ کے ہیں۔ بعض لغویین کے نزدیک اجر وثواب کا مفہوم ایک ہے جب کہ بعض کہتے ہیں کہ اصول شرعیہ اور عبادات کے بدلہ کو ثواب اور ان کے تکمیلی اعمال کے بدلہ کو اجر کہا جاتا ہے کیونکہ ثواب کسی عین کے بدلہ کو جب کہ اجر کسی منفعت کے معاوضہ کو کہا جاتا ہے[42]۔

### اصطلاحی تعریف

اجارہ وہ عقد ہے جس میں کسی منفعت کے بدلے معاوضہ مقرر کیا جائے۔

فقہاء مالکیہ کے نزدیک انسانی منفعت کے بدلے میں معاوضہ مقرر کیا جائے تو اسے اجارہ جب کہ زمین، گھر، کشتی اور حیوانات کے بدلے مقرر کیے جانے والے معاوضہ کو کراء کہا جاتا ہے[43]۔

### حکم اجارہ

اجارہ کا جواز بلا کسی اختلاف کے منقول ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

فِاِن أَرضَعنَ لَكُم فَأٰتُوهُنَّ أُجورَهُنَّ[44]

"پھر اگر عورتیں تمہارے (بچہ کو اجرت پر) دودھ پلادیں تو تم ان کو اجرت دو[45]۔"

حدیث میں ہے:

أعطوا الأجير أجره قبل أن يجف عرقه[46]

"یعنی مزدور کا پسینہ خشک ہونے پہلے اسے مزدوری دے دیا کرو۔ صحابہ سے لے کر آج تک محنت مزدوری کا معاوضہ لینے پر امت کا تعامل ہے۔"

اجارہ کے جواز کی عقلی توجیہ یہ ہے کہ فقیر کو مال کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ امیر کو مزدور کی محنت وعمل کی ضرورت ہوتی ہے لہذا شریعت نے دونوں کی ضرورت کا پاس رکھتے ہوئے اجارہ کی اجازت دی ہے[47]۔

### اشکال

اوپر بتایا گیا کہ کراء ارض اجارہ کی ایک صورت ہے اور یہ بھی بتایا گیا کہ اجارہ قرآن کریم، احادیث اور تعامل امت کی وجہ سے جائز ہے۔ اب اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ کراء ارض چند احادیث کی رو سے ممنوع ہے چنانچہ سیدنا جابر اور سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما[48] فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کراء ارض سے منع فرمایا ہے[49]، لہذا اگر کراء ارض اجارہ کی ایک قسم ہے تو اس کی ممانعت کیوں آئی ہے؟۔

اس اشکال کی توجیہ میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک کراء ارض جائز ہے اور جن احادیث میں اس سے منع آیا ہے تو یہ اس صورت کے ساتھ خاص ہے جس میں کرایہ سرے سے مجہول ہو یا معلوم ہو لیکن زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار سے مقرر کیا گیا ہو (جو کہ قفیز الطحان سے مشابہ ہے) یا اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ جاہلیت میں لوگ زمین کے گرد آبپاشی کی چھوٹی نہروں پر موجود فصل کے بدلے زمین کرایہ پر دیتے تھے (جس کی پیدوار معلوم نہیں ہوتی) اور پھر جب اس کے بارے میں آپس میں جھگڑنے لگے تو نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا[50]۔ لہذا کراء ارض کی ممانعت مطلق نہیں تھی بلکہ مذکورہ صورتوں کے ساتھ خاص تھی۔ اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ خود سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ سونے چاندی کے بدلے زمین کرایہ پر دینے میں کوئی اشکال نہیں ہے[51]۔ اسی طرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما[52] فرماتے ہیں کہ تمہارے لیے انجام دینے کا بہترین معاملہ یہ ہے کہ آب ودانہ سے خالی زمین ایک سال کے کرایہ پر لے لیا کرو[53]۔

### بیع معاومہ یا بیع سنین

### لغوی واصطلاحی معنی

معاومہ عام اور سنین سن کی جمع ہے جس کے معنی سال کے ہیں۔ بیع معاومہ سے مراد وہ عقد ہے جس میں کسی کھیت کا غلہ یا کسی درخت کا میوہ کئی سال تک بیچ دیا جائے۔ احادیث میں اس قسم

کے معاملہ سے منع آیا ہے چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے محاقلہ، مزابنہ، معاومہ اور مخابرہ سے منع فرمایا ہے۔ راوی نے بیع المعاومہ کی تفسیر بیع السنین سے کی ہے [54]۔

اس بیع سے ممانعت کے وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

- ✓ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ بیع مبیع معدوم کی ہے جو کہ ممنوع ہے۔
- ✓ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس بیع میں غلہ کے حصول اور عدم حصول دونوں کا احتمال موجود ہے لہذا اس میں غرر ہے۔ غرر کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی چیز ہونے اور نہ ہونے کے درمیان لٹک رہا ہو جس کی وجہ سے اس کا نتیجہ اور انجام مجہول ہو [55]۔
- ✓ تیسری وجہ ہے کہ پیداوار وجود میں آ بھی جائے تو مقدار معلوم نہیں، لہذا جہالتِ پیداوار کی وجہ سے بھی یہ بیع ممنوع ہے [56]۔

## عمری

### لغوی معنی

عمری عمر سے ماخوذ ہے جس کے معنی یہ ہے کہ کسی چیز کا ہبہ اپنی زندگی یا موہوب لہ (جسے ہبہ کیا جائے) کی زندگی تک مربوط و مشروط رکھا جائے۔ امام ثعلبؒ [57] فرماتے ہیں کہ عمری جاہلیت کا ایک عمل ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی اپنے مسلمان بھائی کو گھر یا زمین ہبہ کر کے کہہ دے کہ یہ گھر تمہاری زندگی بھر یا میری موت تک تمہارا ہوا اور جو بھی مر جائے تو گھر اپنے اہل (ہبہ کرنے والے یا اس کے وارث) کو واپس دے دیا جائے گا [58]۔

### اصطلاحی تعریف

فقہائے احناف اور حنابلہ نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

جعلُ المالكِ شيئًا يملِكه لشخصٍ آخرَ عمرَ أحدِهما

"یعنی مالک کی اپنی ملکیت کی کوئی چیز دوسرے شخص کو دونوں میں سے کسی ایک کی زندگی کے ساتھ مربوط کر کے ہبہ کر دینا عمری ہے۔"

فقہائے مالکیہ اور شوافع نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

جعلُ المالکِ شیئًا یملکه لشخصٍ آخرَ عمرَ هذا الشخصِ[59]

"مالک کا اپنی ملکیت کی کوئی چیز اپنی زندگی سے مربوط کرکے دوسرے شخص کو ہبہ کردینا عمری ہے۔"

خلاصہ یہ ہوا کہ فقہائے احناف وحنابلہ کے نزدیک عمری اس اعتبار سے عام ہے کہ عمری کنندہ ہبہ کو اپنی زندگی سے مربوط کردے یا معمر لہ (جس کو عمری کیا گیا) اس کی زندگی کی شرط لگا دے جب کہ فقہائے مالکیہ وشوافع کے نزدیک عمری صرف یہی ہے کہ ہبہ کو عمری کنندہ کی زندگی کے ساتھ مربوط رکھا جائے۔

## عمری احادیث کی روسے

عمری بلاشبہ جائز ہے۔ قابل وضاحت بات یہ ہے کہ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عمری ہمیشہ کے لیے اس شخص کا ہوا جسے دیا گیا جب کہ بعض دوسرے احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر عمری کنندہ نے واپس کرنے کے شرط لگادی تو وہ عمری اسے واپس ملے گا۔ یہاں صرف دو مختلف احادیث ذکر کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے:

1. سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص اور اس کے وارثوں کے لیے عمری یعنی زندگی بھر کوئی چیز دیدی گئی تو وہ اسی کا ہو جائے گا جسے عمری دیا گیا اور دینے والے کی طرف نہیں لوٹے گا، کیونکہ اس نے اس طریقہ پر دیا کہ جس میں میراث جاری ہو گئی۔
2. سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ عمری جس کو رسول اللہ ﷺ نے جائز رکھا وہ یہ ہے کہ عمری دینے والا کہے کہ یہ چیز تیری اور تیرے وارثوں کی ہے، اور اگر یہ کہے کہ جب تک تو زندہ ہے تیری ہے تو وہ اس کے مرنے کے بعد عمری دینے والے کے پاس چلی جائے گی[60]۔

## عمری فقہاء کی نظر میں

ائمہ احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک عمری کرنے سے وہ چیز ہمیشہ کے لیے اس شخص کی ملکیت میں آگئی جس کو عمری کیا گیا اور اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کے وارث عمری کے مالک ہوں

گے ،البتہ امام مالکؒ[61] کے نزدیک معمر لہ عمری سے اپنی زندگی بھر فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن جیسے ہی وہ مر جائے تو عمری واپس مالک کو ملے گا کیونکہ ان کے نزدیک عمری کرنے سے معمر لہ عین کا مالک نہیں بنتا بلکہ منفعت کا مالک بنتا ہے۔ان کی دلیل ابن الاعرابی[62] کا قول ہے کہ عرب کے نزدیک عمری کرنے سے عینِ چیز مالک کی ملکیت میں رہتی ہے البتہ منافع کا مالک وہ شخص بن جاتا ہے جسے عمری کیا جائے۔ ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ تملیک عین میں توقیت جائز نہیں ہے اور چونکہ تملیک منفعت میں توقیت جائز ہے لہذا عمری کنندہ کا قول تملیک منفعت پر حمل کیا جائے گا[63]۔چونکہ جمہور ائمہ کا استدلال مرفوع احادیث سے ہے لہذا ان کا موقف مضبوط ہے۔

## رقبی

### لغوی معنی

رقبی لفظ رقب سے ماخوذ ہے جس کے معنی میں انتظار، نگہبانی، حفاظت اور حراست کے معانی پائے جاتے ہیں۔رقبی جاہلیت میں عمری سے ملتی جلتی ہبہ کی ایک صورت تھی جس کا طریقہ یہ تھا کہ کوئی شخص دوسرے کو اپنی ملکیت مثلاً زمین یا گھر اس شرط پر دیتا کہ کوئی بھی پہلے مر گیا تو ملکیت زندہ رہنے والے کی ہوگی۔چونکہ اس صورت میں دونوں ایک دوسرے کی موت کے انتظار میں رہتے ہیں اس وجہ سے اسے رقبی کہا گیا[64]۔

### اصطلاحی تعریف

جمہور فقہاء کے نزدیک رقبی یہ ہے کہ میں نے تجھے تیری زندگی تک مثلاً اپنا گھر اس شرط پر دیدیا کہ اگر تو مجھ سے پہلے مر جائے تو گھر مجھے واپس ملے گا اور اگر میں پہلے مر گیا تو گھر ہمیشہ کے لیے تمہارا اور تمہارے ورثاء کا ہوا۔

فقہاء موالک نے رقبی کی ایک دوسری صورت بھی بیان کی ہے کہ کبھی رقبی کا معاملہ طرفین سے ہوتا ہے مثلاً ایک آدمی دوسرے سے کہے کہ اگر تو پہلے مر گیا تو تمہارے گھر کا مالک میں ہوں گا اور اگر میں پہلے مر گیا تو میرے گھر کا مالک تو بنے گا[65]۔

### رقبی فقہاء کی نظر میں

رقبی کے بارے میں فقہاء میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک رقبی باطل ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ رقبی کے لفظ سے ہبہ منعقد نہیں ہوتا بلکہ یہ عاریت ہے لہذا مالک جب چاہے تو اپنی ملکیت واپس کرنے کا اختیار رکھتا ہے[66] کیونکہ آپ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عمری کی اجازت دی اور رقبی کو رد کر دیا[67]۔ امام مالکؒ کی رائے بھی رقبی کے عدم جواز کی ہے[68]۔ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک رقبی ہبہ کے حکم میں ہے لہذا جس کو رقبی کیا جائے وہ ہمیشہ کے لیے اس کا مالک بن جاتا ہے[69]۔ احناف میں سے امام ابو یوسفؒ کی رائے بھی یہی ہے[70]۔ ان کی دلیل سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمری اس کے اہل کے لیے جائز ہے اور رقبی اس کے اہل کے لیے جائز ہے[71] یعنی دینے والے کو وہ چیز واپس نہیں ملے گی۔

## ملحوظہ

عمری اور رقبی بنیادی طور پر ہبہ کے معاملات ہیں لیکن چونکہ زمین بھی کھیتی کے لیے بطور عمری دی جاتی تھی اس وجہ سے زرعی معاملات میں ان کا ذکر کیا گیا۔ صحاح میں لفظ "عمر" کے تحت منقول ہے:

أعمرته دارًا أو أرضا أو ابلاً، اذا أعطيته إياها[72]

## خلاصہ بحث

خلاصہ یہ ہے کہ شریعت نے زراعت کے جن معاملات کو ناجائز ٹھہرایا ان میں بعض صورتیں ایسی تھیں جو کہ آپس میں نزاع وفساد کی باعث بن رہی تھیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے کراء ارض کی ایک صورت کی نشاندہی فرمائی ہے، جب کہ بعض صورتیں ایسی تھیں جو شریعت اسلامی کے بیان کردہ اصول سے منحرف تھیں جیسا کہ عمری ورقبی کی شرائط ہو گئیں جن کو نبی کریم ﷺ نے باطل ٹھہرا کر اس ضروری ترمیم کے بعد اصلی ہبہ کو برقرار رکھا۔

زراعت کے بعض معاملات میں جہالت اور غرر کا عنصر غالب تھا لہذا آپ ﷺ نے ان سے مکمل ممانعت فرمائی جس کی مثال بیع معاومہ یا بیع سنین اور محاقلہ ہے۔

زراعت کے بعض معاملات انسانی ضرورت کے لیے ناگزیر تھیں لہذا شریعت نے ان کو اپنی اصلی شکل میں برقرار رکھا تاہم ان میں کچھ شرائط وقیودات بڑھادیے تاکہ وقتی طور پر اور آئندہ بھی یہ معاملات نزاع، جہالت اور غرر جیسے عناصر سے پاک صاف رہ کر انسان کے لیے معیشت کا سامان بنا رہے۔ان کی مثال مزارعت اور مساقاۃ کے معاملات ہیں۔

مذکورہ معاملات، ان کی ترامیم اور شرائط وقیودات کی روشنی میں شریعت نے امت مسلمہ کو ایسے اصول فراہم کردیے جن کی بناپر ہر زمانے کے ہر معاملہ کی شرعی حیثیت کا اندازہ لگاآسان ہو گیا ہے۔

## حواشی وحوالہ جات

1 سورۃ الاعراف ۷ :۱۰

2 سورۃ الحجر ۱۵ :۲۰

3 محمد بن محمد زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، مادہ: ح ق ل، ۲۸: ۳۱۳، دار الہدایہ

4 محمد بن عیسی بن سورۃ بن موسی، بوغی، ترمذی، ابو عیسی، علماء وحفاظِ حدیث میں سے تھے۔ دریائے جیحون کے قریب ترمذ میں رہائش پذیر تھے۔ خراسان، عراق اور حجاز کے سفر کیے۔ ترمذ میں وفات پائی۔(عبد الکریم بن محمد سمعانی، الانساب ۱: ۴59، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۸ھ /۱۹۸۸ء۔۔الذہبی، عثمان بن قائماز، تذکرۃ الحفاظ ۲: ۴۳۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

5 محمد بن عیسی، سنن ترمذی کتاب البیوع (۱۲)، باب: النھی عن المحاقلہ والمزابنۃ (۱۴)، حدیث (۱۲۲۴) دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

6 احمد بن علی بن محمد، شہاب الدین، ابن حجر عسقلانی۔ قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ شعر وادب کے پیاسے تھے۔ پھر حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے حصول میں صعوبتیں برداشت کیں۔ حدیث، تاریخ اور رجال کے بے مثال عالم تھے۔(محمد بن علی شوکانی، البدر الطالع، بمحاسن من بعد القرن السابع ۱: ۸۷، مطبعۃ السعادہ مصر، ۱۳۴۸ھ)

7 فتح الباری شرح صحیح البخاری، حافظ ابن حجر احمد بن علی ۴: ۴۰۴، دار المعرفہ بیروت، ۱۳۷ ھ

8 وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ کویت، الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۹: ۱۳۸، دار السلاسل کویت، ۱۴۰۴ھ /۱۴۲۷ء

9 سیدنا جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حزام، خزرجی، انصاری، سلمی۔ باپ بیٹا دونوں صحابی ہیں۔ ۱۹ غزوات میں حصہ لیا۔ صحیحین میں ان کی ۱۵۴۰ روایتیں ہیں۔ (ابن حجر عسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۱: ۲۱۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۷۴ء)

10 محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب البیوع (۳۴)، باب: بیع المزابنۃ (۸۲)، حدیث (۲۱۸۷) دار المعرفہ بیروت، لبنان، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء

11 الموسوعۃ الفقھیہ الکویتیہ ۹: ۱۳۸

12 عبد اللہ بن محمود بن مودود موصلی، بلدحی، ابوالفضل۔ احناف کے بڑے فقہاء میں شمار ہوتے ہیں۔ موصل میں پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ کوفہ کے قاضی رہے پھر بغداد میں تدریس اختیار کی اور وہیں فوت ہوئے۔ (ابوالوفاء عبد القادر بن محمد، الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ ۲: ۳۴۹، ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، ۱۴۱۳ھ، ۱۹۹۳ء)

13 یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری، کوفی، بغدادی، ابویوسف۔ امام ابو حنیفہ کے سب سے قریبی ساتھی ہیں۔ کوفہ ۱۱۳ھ کو پیدا ہوئے۔ فقیہ، علامہ اور حافظ حدیث تھے۔ مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کے عہد میں قاضی اور چیف جسٹس رہے ہیں۔ تفسیر، مغازی، اور ایام عرب کے امام ہیں۔ ۱۸۲ھ کو وفات پائی۔ (خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ۱۴: ۲۴۲، دار الکتب العربیہ، بیروت)

14 محمد بن حسن بن فرقد، فرقد بنو شیبان کے موالی میں سے تھے۔ ابو عبد اللہ، فقیہ اور اصول کے امام تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کے علم کو آپ نے پھیلایا۔ اصل میں حرستہ سے تعلق تھا۔ ۱۳۱ھ کو واسط میں پیدا ہوئے۔ کوفہ میں پلے بڑھے۔ امام ابو حنیفہؒ کے قریبی ساتھی رہے ہیں۔ ۱۸۹ھ کو رے میں وفات پائی۔ (عبد الحی لکھنوی، الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ: ۲۶۸، ترجمہ (۳۴۳) قدیمی کتب خانہ کراچی)

15 عبد اللہ بن محمود موصلی حنفی، ۳ الاختیار لتعلیل المختار: ۸۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۶ء

16 ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، الہدایہ شرح بدایۃ المبتدی ۴: ۵۳، المکتبۃ الاسلامیہ

17 الاختیار لتعلیل المختار ۳: ۸۵

18 الموسوعۃ الفقھیہ الکویتیہ ۵۲: ۳۷

19 تاج العروس ۷: ۴۸، مادہ: ق رح

20 الہدایہ ۴: ۵۳

21 وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶: ۴۶۷، دار الفکر سوریہ دمشق

22 الہدایہ ۴: ۵۳

23 الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶: ۴۶۸

24 ابن قدامہ عبد اللہ بن احمد، المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل الشیبانی ۵: ۵۸، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

25 نعمان بن ثابت تیمی کوفی، کوفہ میں کو پیدا ہوئے۔ وہیں پرورش ہوئی۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:
"صغار صحابہ کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ سیدنا انس بن مالکؓ جب کوفہ تشریف لائے تو ان کی ملاقات کا شرف حاصل کیا البتہ کسی صحابی سے آپ کی روایت ثابت نہیں۔" (الذہبی، عثمان بن قائماز سیر اعلام النبلاء ۶:۳۹۰، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء)

26 محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع ہاشمی، قرشی، ابو عبداللہ، غزہ میں پیدا ہوئے۔ فقہاء اربعہ میں سے ہیں۔ دو سال کی عمر میں مکہ معظمہ لائے گئے۔ دو دفعہ بغداد گئے۔ ۱۹۹ھ کو مصر تشریف لے گئے اور اپنی وفات تک وہیں رہے۔ آپ شعر، لغت، ایام عرب، فقہ اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ نہایت ذکی، فطین اور حاضر جواب تھے۔ کئی مفید کتابیں لکھی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱: ۳۶۱،)

27 مسلم بن حجاج قشیری، صحیح مسلم، کتاب البیوع (۲۲) باب النھی عن المحاقلۃ والمزابنۃ والمخابرۃ (۱۶) حدیث ۳۹۹۴ و باب: کراء الارض (۱۷) حدیث (۴۰۰۳) دار الجیل بیروت

28 الہدایہ ۴: ۵۳

29 صحیح بخاری، کتاب المزارعۃ (۴۱) باب: المزارعۃ بالشطر ونحوہ (۸) حدیث (۲۳۲۸)

30 المغنی ۵: ۵۸۱

31 الہدایہ ۴: ۵۳

32 الہدایہ ۴: ۵۴

33 الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶: ۴۶۸

34 محمد علی تھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم ۲: ۸۷۱، مکتبہ لبنان ناشرون، بیروت، ۱۹۹۶ء

35 تاج العروس ۳۰: ۶۲

36 علی بن محمد بن علی استر آباد کے نواحی گاؤں "تاکو" میں پیدا ہوئے۔ شیراز میں علم حاصل کیا۔ ۷۸۹ھ میں جب تیمور شیراز میں داخل ہوا تو جرجانی بھاگ کر سمرقند چلے گئے اور اس کی وفات تک وہاں ٹھہرے رہے۔ فلسفی اور بڑے علماء عربیت میں سے تھے۔ (الفوائد البہیہ: ۱۳۵)

37 علی بن محمد بن علی جرجانی، التعریفات ۱: ۲۷۱، دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۵ھ

38 مولوی محمد اعلی بن علی بن محمد حامد بن محمد صابر، نسباً فاروقی اور مسلکاً حنفی ہیں۔ تھانہ بون ضلع مظفر نگر کے ایک علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ عالمگیر اورنگ زیب عہد میں تھانہ بون کے قاضی رہے ہیں۔ سبق الغایات فی نسق الآیات، تذکرہ علمائے ہند اور عظیم علمی شاہکار کشاف اصطلاحات الفنون کے مصنف ہیں۔ ۱۱۵۸ھ / ۱۷۴۵ء کو وفات پائی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۱۹: ۳۷۲، دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء۔۔۔ الاعلام ۶: ۲۹۵)

39 کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم ۲: ۸۷۱

40 المغنی ۵: ۵۵۴

41 الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۱: ۲۵۲

42 تاج العروس ۱۰: ۲۵

43 الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۱: ۲۵۳

44 سورۃ الطلاق ۶۵: ۶

45 مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن ۸: ۴۷۵، مکتبہ دار العلوم کراچی

46 محمد بن یزید قزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب الرھون (۱۶) باب: أجر الأجراء (۴) حدیث (۲۴۴۳) دار الفکر بیروت

47 الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۱: ۲۵۴

48 سیدنا رافع بن خدیج بن رافع بن عدی بن یزید، انصاری، اوسی، حارثی، صحابی ہیں۔ مدینہ منورہ میں سکونت پذیر تھے۔ اپنی قوم کے رئیس تھے۔ ۷۴ھ/۶۹۳ء کو وفات پائی۔ آپ ﷺ سے ۷۸ احادیث مروی ہیں۔ (حافظ مزی، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ۹: ۲۳، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۴۳ھ/۱۹۹۲ء۔۔۔ الاعلام ۳: ۱۲)

49 صحیح مسلم، کتاب البیوع (۲۲) باب: کراء الارض (۱۶) حدیث (۳۹۹۷، ۴۰۲۴)

50 فتح الباری ۵: ۲۵

51 صحیح مسلم، کتاب البیوع (۲۲) باب: کراء الارض بالذھب والورق (۱۹) حدیث (۴۰۳۳)

52 سیدنا عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب، قرشی، ہاشمی، رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی، جلیل القدر صحابی ہیں۔ حبر الامۃ اور ترجمان القرآن جیسے القاب سے نوازے گئے۔ طائف میں سکونت پذیر تھے اور وہیں وفات پائی۔

(ابن الاثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۳: ۹۶، ترجمہ (۳۰۳۸) دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء)

53 فتح الباری ۵: ۲۵

54 صحیح مسلم، کتاب البیوع (۲۲) باب: النھی عن المحاقلۃ والمزابنۃ وعن المخابرۃ (۱۶) حدیث (۳۹۹۴)

55 الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۳۱: ۱۴۹

56 الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵: ۱۶۱

57 احمد بن یحییٰ بن زید بن سیار شیبانی، ابوالعباس۔ ثعلب سے مشہور ہیں۔ نحو اور لغت میں اہل کوفہ کے امام ہیں۔ محدث، شاعر اور فصیح زبان تھے۔ شرح دیوان الاعشی اور اعراب القرآن کے مصنف ہیں۔ (ابن خلکان، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان ۱: ۱۰۲، دار صادر، بیروت)

58 تاج العروس ۱۳: ۱۲۸

59 الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۳۰: ۳۱۱

60 صحیح مسلم، کتاب الھبات (۲۵) باب العمری (۴) حدیث (۴۲۷۵،۴۲۷۸)

61 مالک بن انس بن مالک، اصبحی، حمیری ابو عبد اللہ، امام دار الہجرہ، ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ دینی امور میں متصلب، اور امراء، وزراء اور سلاطین سے دور رہتے تھے۔ (وفیات الاعیان ۴: ۱۳۵۔۔۔الاعلام ۵: ۲۵۷)

62 محمد بن زیاد ابو عبد اللہ، ابن الاعرابی۔ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ علم روایت، نسب اور لغت کے عالم ہیں۔ شعر پر بھی کافی دسترس حاصل تھی۔ امام ثعلبؒ فرماتے ہیں کہ میں کئی سال ان کی صحبت میں رہا لیکن میں نے ان کے ہاتھ میں کتاب نہیں دیکھی۔ لوگوں کو اپنے حافظہ سے جواب دیتے۔ (وفیات الاعیان ۴: ۳۰۶۔۔۔الاعلام ۱: ۲۰۸)

63 المغنی ۶: ۳۳۴۔۔۔الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۳۰: ۳۱۳

64 تاج العروس ۲: ۵۱۴-۵۱۷

65 الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۳۰: ۳۱۲

66 محمد امین ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار ۵: ۷۰۷، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء

67 جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی، نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایہ ۴: ۱۲۸، مؤسسۃ الریان بیروت لبنان، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

68 ابوالبرکات احمد بن محمد دردیر، الشرح الکبیر ۴: ۱۰۹

69 المغنی ۶: ۳۳۴،

70 رد المحتار علی الدر المختار ۵: ۷۰۷

71 سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد کتاب الاجارہ (۲۴) باب فی الرقبی (۵۳) حدیث (۳۵۶۰) دار الکتاب العربی بیروت

72 اسماعیل بن حماد جوہری، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیہ ۲: ۷۵۷، دار العلم ملایین، بیروت، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء